بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصریحات

آزادی بلاشبہ بہت بڑی نعمت ہے ــــ اور ایسی آزادی تو اور بھی مبارک ہے کہ جس کا مقصد ایک ایسی مملکت کا قیام ہو جس کی ریوایں "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی بنیادوں پر تعمیر ہو سکیں ــــ پاکستان ایک ایسی ہی نظریاتی مملکت ہے ــــ لیکن جب ہم مفکر پاکستان ہی کے اس شعر کو اپنے پیشِ نظر رکھتے ہیں کہ ؎

چوں می گویم مسلمانم بلرزم !
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را !

تو ہمیں آزادیوں سے زیادہ ان پابندیوں کا احساس ہوتا ہے جو اللہ ربّ العزت نے اس کلمہ کے اقرار کرنے والوں پر لگائی ہیں جنھیں مسلمان کہا جاتا ہے اور جن کی حیاتِ مستعار کا ایک ایک لمحہ "لا الٰہ الا اللہ" اور "محمد رسول اللہ" کی روشنی میں بسر ہونا چاہیے۔

ــــ انہی محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا :

"الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر" "یہ دنیا مومن کے لیے ایک قید خانہ ہے لیکن کافر کیلئے جنت !

اس فرمانِ رسول اللہ کی روشنی میں بہت کچھ کہا اور لکھا جا سکتا ہے ــــ مختصراً یہ سوچ لیجئے کہ اس ناپائیدار دنیا میں ہم اپنی حیاتِ مستعار کو جنت سمجھے بیٹھے ہیں یا ایک ایسا قید خانہ جو مومن کو ایک ایسی پگڈنڈی پر چلنے پر مجبور کرتا ہے جس کے دونوں طرف کانٹوں کی باڑ ہو، کہ ذرا پاؤں ڈگمگایا تو جسم چھلنی ہو جاتے یا کم از کم گناہ کے نوکیلے کانٹے دامنِ انسانیت کو تار تار کر جائیں ــــ آہ ! جب ہم ان خطوط پر سوچتے ہیں اور اپنی موجودہ حالت پر ایک سرسری نگاہ دوڑاتے ہیں۔ تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم نہ صرف کانٹوں کو پھول سمجھ کر انھیں اپنے جیب و داماں میں بھر لینا چاہتے ہیں بلکہ اس سلسلہ میں ہماری بیتابیوں میں ہر آن اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے !

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہی وہ بنیاد ہے جس پر اسلام کی عمارت قائم ہے ۔ اور اسلام ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم نہ صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ایسے فرائض کی پابندی کریں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خاص خیال رکھیں، بلکہ دنیاوی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر معاملہ میں خدائے لم یزل اور نبی رحمت ﷺ کی ہدایات کو اپنے پیش نظر رکھیں ــــ لیکن آزادی حاصل کرنے کے بعد آزادی کا جو تصور ہمارے ذہنوں میں راسخ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ہم غیروں کی غلامی سے آزاد ہونے کے ساتھ ساتھ گویا اللہ رب العزت کی غلامی کا جُوا بھی اپنی گردنوں سے اتار پھینکے ہیں ــــ اور اب ہمیں صرف اور صرف نفس کے بندے ہو کر رہ جانا چاہیے، جس کی مذمت اللہ احکم الحاکمین نے اپنے مبارک کلام میں ان الفاظ میں فرمائی ہے :

"ارأیت من اتخذ الٰہہ ھواہ" : کہ اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے اُس شخص کی حالت پر غور فرمایا کہ جس نے اپنی (نفسانی) خواہشات کو اپنا الٰہ بنالیا ہے ؟

اس میں شک نہیں کہ ہماری موجودہ ڈگر ہماری اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا الٰہ تسلیم کرلینے ہی کی عکاس و ترجمان ہے ــــ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، ہاں مگر جس کا شاہد ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ ہے ــــ اِلّا ما شاء اللہ ! ــــ لیکن اسلام تو صرف اور صرف اللہ کو الٰہ تسلیم کرنے پر زور دیتا ہے، اور "لا" کی تلوار سے تمام معبودانِ باطلہ کا سر تن سے جدا کر دینے کو ہمارا فرضِ اوّلیں قرار دیتا ہے ــــ ان حالات میں اس سوال کا جواب مشکل نہ ہوگا کہ کیا ہم واقعتاً آزاد ہیں ؟ ــــ ایک طرف نفس کے بے دام بندے اور دوسری طرف خدا کی غلامی سے بغاوت، جو یقیناً باعثِ فخر تو کیا مستحسن بھی نہیں۔ بلکہ بلا شبہ قابلِ مذمت ہے ــــ بالفاظِ دیگر جو آزادی مطلوب و مقصود تھی، اُس کا تو تصور ہی کہیں کہیں بڑی مشکل سے ملتا ہے ــــ اور وہ آزادی کہ لاریب جس کو الٰہ العٰلمین سے بغاوت کا نام دیا جا سکتا ہے، اس کے سلسلہ میں ہماری بے باکیاں انتہائی سرحدوں کو چھو رہی ہیں ــــ تو آپ ہی سوچ لیجئے کہ کیا ہمیں واقعی آزادی کی خوشی منانے اور اس سلسلہ میں جشن ترتیب دینے کا حق پہنچتا ہے یا ہمارے شب و روز غضبِ خداوندی کو دعوت دیتے نظر آتے ہیں ؟ ــــ ستم ظریفی کی انتہا تو یہ ہے کہ پاکستان میں رہ کر، نظریۂ پاکستان ہی کو ذہن میں رکھتے ہوئے، اسی کی روشنی میں جب اہالیانِ پاکستان کی زندگی کے تلخ حقائق کی نقاب کشائی کی جاتی ہے تو بغیر سوچے سمجھے ان خطوط پر غور کرنے کی دعوت دینے والے کو تحریکِ پاکستان، نظریۂ پاکستان

یا خود پاکستان ہی کا باغی قرار دے دیا جاتا ہے —— ایسے فتوے داغنے والے اگر دیانتداری سے ذرا یہ سوچ لیں کہ پاکستان کا صحیح معنوں میں ہمدرد، نظریۂ پاکستان کا واقعی ترجمان اور تحریکِ پاکستان کا اصل حامی کون ہے۔ تو یقیناً انھیں اپنی زبان و قلم کو بلا وجہ زحمت دینے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی —— اور اگر ہماری یہ صدا بصحرا ثابت نہ ہو تو ہم صدرِ مملکت سے یہ اپیل کریں گے کہ وہ ایک دفعہ بھیس بدل کر کم از کم اسلام آباد سے لاہور تک کا سفر کسی پرائیویٹ بس میں سوار ہو کر جائیں تو انھیں بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ جس قوم کو انھوں نے جوش و خروش سے جشنِ آزادی منانے کا مشورہ دیا تھا، اور جس نے ان کی آواز پر لبیک بھی کہی ہے، اُس کا تصورِ آزادی کیا ہے؟ — اور اس پر انھیں نازاں ہونے کا حق کہاں تک پہنچتا ہے؟ — آزمائش شرط ہے! — ہمیں یقین ہے کہ اسطرح وہ نہ صرف حقائق سے آگاہ ہو سکیں گے، اِس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو پہچان سکیں گے بلکہ وہ اپنی آئندہ نشری تقریر کو بھی اس سفر کی روشنی میں بخوبی مرتب کر سکیں گے —!

وما علینا الّا البلاغ!

اکرام اللہ ساجد

بقیہ صفحہ ۳۱ سے آگے؛

پہنچانے یا اُن کے ضرر سے بچنے کی تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ تو یہ سب مشرکانہ افعال ہیں۔ ایسی روحوں کے ضرر سے بچنے کے لیے معوذتین کا ورد، سورۂ جن کی تلاوت، نظرِ بد کی دعاء یا بیت الخلاء سے جانے سے پہلے کی دعا وغیرہ، جو باتیں مسنون ہیں وہ تو عمل میں لائی جا سکتی ہیں۔ لیکن جن اعمال، وظائف، اوراد کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اُن کے استعمال سے بہرحال پرہیز ضروری ہے ؁

هٰذَا مَا عِنْدِيْ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ!